دعوتِ دین.....اہمیت وتقاضے

مولانا محمد منیر اظہر
مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

فضائل واہمیت

دعوت دین وہ عظیم فریضہ ہے کہ جس کی بنا پر امت مسلمہ کو تمام امتوں پر شرف اور فضیلت حاصل ہے ارشاد الٰہی ہے کہ:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تؤمنون بالله (آل عمران ۱۱۰).

''تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کی راہنمائی کیلئے کھڑا کیا گیا ہے تمہارا وظیفہ یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ تمہیں اس عظیم منصب پر سرفراز کیا گیا ہے تو یہ کسی نسل ونسب کی بنا پر نہیں جیسا کہ اہل کتاب نے اپنے متعلق گمان کر لیا تھا بلکہ دعوت دین کی بنا پر تم اس منصب کے مستحق ٹھہرے ہو اب یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگر اہل کتاب کی طرح تم نے بھی اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو ان کی طرح یہ نعمت اور یہ منصب تم سے چھن بھی سکتا ہے۔

اس لئے تمام امت کو بالعموم اور علماء وطلباء کو بالخصوص اس عظیم فریضے کیلئے اٹھ کر یہ گواہی دینا ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ہم تک پہنچایا ہے وہ آگے پہنچانے میں اور جو کچھ آپ ﷺ نے کر کے دکھلایا ہے اسے لوگوں کے سامنے کر کے دکھلانے میں کوئی کوتاہی نہیں برتیں گے امت وسط ہونے کا یہی مفہوم ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وكذلك جعلنكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا ...... الخ (البقرة ۱۴۳)

اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا' تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں۔''

ان آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ افضل الامم ہونے کا امتیاز دعوت دین کے وصف کے ساتھ مشروط ہے۔ دعوت دین اور ایمان باللہ کے فریضے سے تغافل برت کر افضل ہونے کا دعویٰ بلا دلیل اور کھوکھلا ہے۔

دعوت واصلاح وہ شرف عظیم ہے جو تمام رسولوں اور ان کے متبعین کا وظیفہ رہا ہے' تمام رسولوں اور کتابوں کو صرف اس مقصد کیلئے بھیجا گیا ہے اس لئے جب نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ فرمایا گیا کہ ان کا ذکر تورات وانجیل میں بھی ثبت ہے تو ساتھ ان کا یہ وصف بھی بیان کر دیا گیا اور فرمایا:

الذين يتبعون الرسول النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التوراة والانجيل يأمرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر (الاعراف: ۱۵۷)

''وہ لوگ جو نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ جن کے اوصاف کو تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''

اور پیغمبر ﷺ کو خصوصی طور پر بھی اس کا حکم دیا گیا تھا فرمایا "فاصدع بما تؤمر" کہ اپنے رب کے حکم کو کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرو اور اسی نبوی وصف کو آپ کے سچے متبعین اور فرمانبرداروں کے اوصاف میں بھی ذکر کیا گیا ہے فرمایا:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر...... الخ

''کہ مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''

اور یہ خوبی صرف اور صرف اسلام کی ہے کہ اس کے حاملین اپنوں کے لئے اگر بھلائی ونیکی کے خواہاں ہیں تو غیروں کیلئے بھی یہی جذبات رکھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کو قبول کر کے یہ کافر بھی ان اوصاف حسنہ میں ہمارے شریک ہو جائیں اور غضب الٰہی کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

اسلام نے دعوت دین کے اس فریضہ کو تمام امت پر اجتماعی اور انفرادی طور پر فرض قرار دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

ولتكن منكم امة يدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون (آل عمران ۱۰۴)

''کہ تم میں ایک ایسے گروہ کا ہونا ضروری ہے جو بھلائی کی دعوت دے' نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔''

اسی لئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"كلكم راع و كلكم مسؤل عن رعيته"

''تم میں سے ہر شخص نگہبان اور ذمہ دار ہے جسے اپنے ماتحت لوگوں کے بارے میں جواب دینا ہے'' (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ (۸۹۳) مسلم کتاب الامارۃ (۱۸۲۹))

اسلام چونکہ ایک ایسا دین ہے جو سراسر نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے اس حقیقت کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے جامع کلمات میں اس طرح تعبیر کیا

''الدين النصيحة'' کہ دین سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان ۹۵)

لہٰذا لوگوں کی نصیحت یہ ہے کہ انہیں ان کے مصالح کے بارے میں آگاہ کیا جائے اور مفاسد سے بچنے کی ترغیب دی جائے اور بہت سے اخلاقی اور دیگر امور ایسے ہیں جو ہر شخص کی پرائیویٹ اور نجی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کا نفع و نقصان اس کے کرنے والے تک محدود ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو ان کے اثرات و نتائج بھی پوری امت تک پہنچتے ہیں حتی کہ ایک برائی پورے معاشرے میں عام ہو جاتی ہے اور دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر ان برائیوں کی روک تھام نہ کی جائے تو ان کی برائی اور قباحت نہایت ہلکی ہو کر رہ جاتی ہے اور لوگ اس کو ایک معمولی بات سمجھنے لگتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ زہر اتنا پھیلتا ہے کہ ان برائیوں کی برائی مشکوک نظر آنے لگتی ہیں جس کے نتیجے میں پوری قوم کا اخلاقی و تہذیبی مزاج فاسد ہو جاتا ہے اور ہر ذی شعور آدمی معاشرے میں اس کی عملی مثالیں اپنے سامنے دیکھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں انکار منکر اور تغییر باطل کئی ایک درجات میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الإیمان"

"کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ کے ساتھ روکنے کی کوشش کرے اگر یہ استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان کے ساتھ اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں ہی اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے ادنی درجہ ہے۔" (صحیح مسلم کتاب الایمان:۷۸)

اگر نیکی کی دعوت و تبلیغ کا کام معاشرے سے اٹھ جائے تو یہ سمجھئے کہ پوری انسانیت خسارے میں ہے اس مضمون کی تصدیق سورۃ عصر کے مطالب سے خوب واضح ہو جاتی ہے بلکہ قرآن نے تو یہاں تک کہا ہے کہ لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں صرف وہ شخص اس سے مستثنی ہے جو صدقہ، نیکی یا اصلاح کا حکم دے۔" (النساء:۱۱۴)

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں دعوت دین کے اس مبارک عمل کی اہمیت کس قدر ہے۔ کہ یہ تمام امت کا عمومی اور علماء کا خصوصی فریضہ ہے۔ خصوصا آج کل کے دور میں جب ہر طرف سے شرک اور کفر کے بادل امنڈتے نظر آتے ہیں' خود ساختہ رسومات اور بدعات کو سنت نبویہ ﷺ کا عنوان دیا جا رہا ہے۔ اور قرآنی مفاہیم کو حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے نام نہاد مسلمان اور دانشور حضرات بھی نصوص کو ایک دوسرے کے معارض ثابت کر کے مسلمانوں میں اہل کتاب کے مذموم رویہ کی تاریخ دہرا رہے ہیں۔

برائی، فحاشی اور منکرات اس قدر عام ہوگئی ہیں کہ ان کی برائی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ کبائر کا ارتکاب بھی بڑی دلیری سے کیا جاتا ہے اور اگر ان حالات میں کوئی آدمی انکار منکر کا فریضہ انجام دینے کیلئے اٹھتا ہے تو اسے قدامت پسند' رجعت پسند اور بنیاد پرست کے القاب سے نوازا جاتا ہے۔ فحاشی اس قدر عام ہے کہ لگتا ہے کہ اس قوم کا مجموعی مقصد حیات ہی عشق و محبت کی کہانیاں قرار پا جائیں گی اس بے عزتی اور بے حیائی کے پھیلانے والے اپنے آقاؤں کی شاباش اور تعاون سے اس قدر دلیر ہو چکے ہیں کہ اسلامی شعائر کا کھلے عام مذاق اڑایا جا رہا ہے اور آزادی فکر، حقوق اور آزادی نسواں کے نام پر حوا کی بیٹی کو بے حجاب کرنے کی بھرپور سعی کی جا رہی ہے اور حیا جیسے فطرتی انسانی وصف کو ختم کرنے کے لئے بہت سی تنظیمیں اور ادارے اپنے مکمل ساز و سامان کے ساتھ لیس نظر آتے ہیں۔

ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ علماء کرام دعوت دین کے فریضہ کیلئے عزم نو لے کر اٹھیں اور پیغام الٰہی کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیں تاکہ عوام باطل پرست اور دین پر دنیا کو جلب منفعت اور تحصیل زر کی خاطر ترجیح دینے والے اشخاص کے منفی ہتھکنڈوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔

جبکہ دعوت و اصلاح کا یہ عمل اتنا مبارک ہے کہ کوئی اور عمل اس کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ داعی تمام انسانوں سے افضل اور اس کی بات تمام لوگوں کی گفتگو سے زیادہ بلند و برتر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ومن احسن قولا ممن دعا الی الله (فصلت:۳۳)

"کہ اللہ کی طرف بلانے والے سے بہتر بات کسی کی ہو سکتی ہے۔"

بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ:

"من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله"

یعنی بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے والے کو بھی اس بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ:۱۸۹۳)

اسی طرح آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

من دعا إلی هدی کان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ینقص ذلک من أجورهم شیئا (صحیح مسلم)

"ہدایت کے داعی کو بھی اتنا ہی اجر و ثواب حاصل ہوگا جتنا کہ اس کے پیروی کرنے والوں کو جبکہ ان کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔"

ان احادیث پر غور و فکر کرنے کے بعد اگر آدمی عمل کرنا شروع کر دے تو یقین جانئے اس آدمی تک صرف اس کی زندگی میں ہی نہیں بلکہ مرنے کے بعد بھی اجر و ثواب کے لامتناہی سلسلے پہنچتے رہتے ہیں مثال کیلئے دیکھئے نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس نے ہمیں ہر نیکی کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور صحابہ کرام' تابعین عظام اور علماء امت اس میں واسطہ ہیں لہذا یہ تمام لوگ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے اعمال میں برابر کے شریک ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ سے عبارت ہے اور اس خاردار راستے میں آپ کا خون اقدس بھی بہتا رہا ہے۔ آپ اس دعوت ہدایت پر اس قدر حریص تھے کہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اس فرض منصبی کو ادا کرتے تھے حتی کہ آپ کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی تھی۔ اسی وجہ سے تو آپ کی طرف یہ وحی فرمائی گئی۔

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین (شعراء ۳)

(اے پیارے حبیب) شاید آپ اس رنج سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے"

اسی طرح تمام انبیاء کرام نے ہر مقام پر فریضہ دعوت کو انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔حضرت ابراہیمؑ وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت پھیلانے کیلئے مقرر کیا تھا۔انہوں نے عراق سے مصر تک اور شام و فلسطین سے ریگستان عرب کے مختلف گوشوں میں اس دعوت کو پہنچایا حتی کہ انہیں اس راستے میں آگ میں کودنا پڑا اور اپنے گھر سے جلاوطنی کو قبول کرنا پڑا لیکن وہ کلمہ توحید پر ڈٹے رہے اس کی برکت ہے کہ آج بھی ملت ابراہیمی زندہ و پائندہ ہے اور اسلام کی یکسو دعوت توحید کے رہنما ابراہیم علیہ السلام کو مانا جاتا ہے۔

انہیں کی اولاد میں سے حضرت یوسفؑ کی طرف دیکھئے جو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد جیل کی کال کوٹھڑی میں پہنچتے ہیں تو وہاں بھی " ء ارباب متفرقون خیر أم اللہ الواحد القھار "(یوسف ۳۹) کی صدا بلند کرتے ہیں۔

دعوت و اصلاح کی اسی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ نے جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو عام رستوں اور چوراہوں پر بیٹھنے کی اجازت دی تو اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ مشروط قرار دیا۔

یہ کلمہ حق کی تبلیغ ہی ہے جسے جابر حکمران کے سامنے بلند کرنے کو افضل جہاد قرار دیا گیا۔(جیسا کہ سنن نسائی کی صحیح حدیث میں ہے)

اسی بنا پر نبی اکرم ﷺ صحابہ کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ کسی قوم پر حملہ آور ہونے سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت حقہ ضرور پیش کرو کیونکہ اسلام کا اصل مقصود تو یہ ہے کہ ساری دنیا رشد و ہدایت کے راستے پر چل کر ایک اللہ کی غلامی میں آجائے اور باطل معبودوں کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کرلے اسی غرض کے حصول کے لئے جہاد کو بطور وسیلہ کے استعمال کیا گیا ہے۔غزوہ خیبر کے موقع پر جب ایک قلعہ کئی دنوں سے فتح نہیں ہو رہا تھا۔کئی روز سے مسلمان سخت جنگی حالات سے دوچار تھے۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح ایک ایسے شخص کو علم جہاد دونگا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائے گا۔یہ سعادت حضرت علیؓ کے حصے میں آئی۔ان کو روانہ کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتهم ثم ادعهم إلی الاسلام، وأخبرهم بما يجب عليهم من حق الله تعالى فو الله لا ن يهدى الله بک رجلا واحدا خير لک من حمر النعم(متفق عليه)

"باوقار ہو کر (اپنی مہم) پر چلے جاؤ حتیٰ کہ ان کے میدان میں اترو پھر ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان پر اللہ تعالیٰ کا واجب حق ان کو بتاؤ۔مجھے اللہ کی قسم کہ اگر آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کسی ایک آدمی کو بھی راہ ہدایت نصیب فرما دے تو یہ تیرے لئے (عرب کی محبوب ترین غنیمت) سرخ اونٹوں کے حصول سے بہتر ہے۔"

اسی لئے علوم نبوت کے حقیقی وارث علماء پر اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے اٹھ کھڑا ہونا فرض اولین ہے تاکہ دعوت جو کہ انبیاء کا کام ہے اسے بہتر اسلوب سے انجام دیا جاسکے نبی اکرم ﷺ کی حالت تو یہ تھی کہ اگر کوئی آدمی آپ سے ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کر لیتا تو آپ ﷺ اسے اس کی قوم کی طرف مبلغ بنا کر بھیج دیتے تھے یہاں سے طلبہ کرام کو بھی سبق لینا چاہیے کہ دعوت اور علم دو الگ راستے نہیں بلکہ اگر علم کے ساتھ ساتھ دعوت بھی ہو تو یہ علم کے راسخ اور نافع ہونے کا باعث ہے آج ہمارے معاشرے میں خطیبوں اور واعظوں میں کثرت ان حضرات کی ہے جو عوام کو رطب و یابس قصے سنا کر خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ صحیح علم کی بنیاد پر دعوت مٹتی جارہی ہے جو کہ لوگوں کی بھی اصل ضرورت ہے۔

ترک دعوت پر وعید

یاد رکھیے! دعوت و اصلاح ایک ایسا فریضہ ہے کہ جسے اگر ادا نہ کیا جائے تو اس کا وبال ساری قوم پر آتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تین گروہ تھے ایک تو وہ جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں غرق رہتے تھے دوسرے ان برائیوں سے روکنے والے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو دونوں سے الگ تھلگ تھا اور ان کا انکار نہ کرتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب مسلط ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نجات پانے والا گروہ صرف برائی سے روکنے والوں کو قرار دیا اور خاموش رہنے والوں کے ذکر کو ہی فراموش کر دیا جبکہ بعض مفسرین کی رائے کے مطابق تو ایسے لوگوں پر بھی عذاب مسلط ہوا جو برائی کو دیکھ کر روکنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔(تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر' سورۃ الاعراف:۱۶۵)

فریضہ دعوت ادا نہ کیا جائے تو پوری قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کی مشہور حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے اور ان کا ارتکاب کرنے والے کی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو قرعہ اندازی سے کسی کشتی میں سوار ہوں کچھ اوپر کے طبقہ میں اور کچھ نیچے ہوں نیچے والے جب پانی کی ضرورت محسوس کریں تو انہیں پانی کے حصول کیلئے اوپر والوں سے گزرنا پڑتا ہو تو پھر وہ کہیں کہ ہم اگر اپنے حصہ کی کشتی میں ایک سوراخ نکال لیں تاکہ پانی بھی دستیاب ہو اور اوپر والوں کو تکلیف بھی نہ ہو۔اب اس حالت میں اگر اوپر والے انہیں اپنی حالت پر چھوڑ دیں تو (پانی بھرنے کی وجہ سے) وہ سارے کشتی والے ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کے ہاتھ کو تھام لیں تو سبھی نجات پالیں گے۔

اگر کوئی آدمی برائی کو دیکھ کر اس کے آگے بند نہیں باندھتا تو وہ دن دور نہیں جب برائی اور بے حیائی کا سیلاب اسے بھی بہا کر لیجائے گا اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کو ترک کر دیا جائے تو خطرہ ہے کہ سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقاب نازل ہو جائے اور یہ ایسا جرم ہے کہ پھر آدمی کی کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف

ولتنهون عن المنكر او ليو شكن الله ان يبعث علیکم عقابا منه فتدعوه فلا یستجیب لکم (جامع الترمذی، کتاب الفتن (۲۱۶۹) حسن درجے کی حدیث ہے)

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تم نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تم سب پر اپنا عذاب مسلط کر دے گا پھر تم اس سے مانگو گے لیکن وہ تمہاری دعاؤں کو قبول نہیں کرے گا۔''

دعوت دین کیلئے وسائل کی فراہمی

ضروری ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں جب کفر اپنے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ اسلام پر یلغار کئے ہوئے ہے خالص دین حنیف اور صحیح سنت نبوی کی دعوت کا احیاء کیا جائے لیکن آج کا مسلمان اپنی اس ذمہ داری سے بے خبر ہے اور اپنی عیش وعشرت میں مگن ہے اور جو لوگ اس کام کے مدعی ہیں وہ بھی ایک سطحی تبلیغ سے آگے بڑھنے کا نہیں سوچتے جبکہ پوری دنیا میں عیسائی مشنریوں نے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے اپنا جال پھیلا رکھا ہے بہت بڑے اور قسما قسم کے رفاحی منصوبوں کے نام پر یہ لوگ اسلام کو مٹانے کے منصوبے پر عمل پیرا ہیں اور کہیں مسلمانوں کو زبردستی ہندو بنانے کی ناکام کوشش ہو رہی ہے۔ صومالیہ اور بنگلہ دیش کے ہزاروں بے بس بوڑھوں اور بچوں کو فراہمی امداد کے نام پر عیسائی بنایا جارہا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق افریقہ کے ۳۸ ممالک میں عیسائی مشنوں کی حالیہ تعداد ۱۱۱۰۰۰ ہے۔ ۱۹۹۵ء میں افریقہ میں عیسائی مشنریوں کے پاس ۵۲ ریڈیو اسٹیشن اور مسلمانوں کے پاس صرف ایک ریڈیو سٹیشن تھا۔ ۱۹۸۵ء میں افریقہ میں عیسائی مشنریوں کی تعداد ایک لاکھ ۱۳ ہزار تھی جو تعلیمی میدان میں ۵۰ لاکھ طلباء کے تعلیمی اخراجات اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ بات ایک صاحب فہم وبصیرت مسلمان کے ہوش اڑانے کیلئے کافی ہے کہ ۱۹۰۰ء میں افریقہ میں عیسائیوں کی تعداد ۱۰ فیصد تھی لیکن ۱۹۹۰ء میں تعداد بڑھ کر ۵۷ فیصد ہو گئی اور اب عراق اور افغانستان میں عیسائی مشنریوں کا ایک وسیع جال بچھا دیا گیا ہے جو مجبور ومقہور لوگوں کو جبراً یا تحریص اور ترغیب کے ساتھ عیسائی بنائیں گے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے ماہنامہ محدث جنوری ۲۰۰۴ اور فروری ۲۰۰۴)

دوسری طرف مسلمانوں کے اندر ہی ایسے باطل فرقے اس قدر سرگرم عمل ہیں کہ گمراہیوں کو سنت کے نام پر پھیلایا جارہا ہے کج فکری اور بدعملی کی انتہا ہو چکی ہے۔ بہت سے باطل فرقے اسلام کا لیبل لگائے دین کی حقیقی تصویر کو مسخ کر رہے ہیں۔ جبکہ یہ سب نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مصداق ہیں کہ:

من دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ینقص ذلک من آثامهم شیئا.

''جو کوئی گمراہی کی دعوت دے گا اس پر تمام پیروی کرنے والوں کے گناہ کے برابر گناہ ہوگا۔ جبکہ ان کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

لیکن دین حق کے حقیقی حاملین اس میدان میں بہت پیچھے ہیں جبکہ ان کیلئے بہت بڑے اجر کا وعدہ ہے اس میں عجیب بات یہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کے لئے وسائل کو بروئے کار لانا اور ان وسائل کو دعوت کیلئے خاص کرنا ہم میں مفقود ہے جبکہ غریب اور نادر عوام تو اس کی بات پر ہی کان دھریں گے جو انہیں تن ڈھانپنے کیلئے کپڑا اور پیٹ بھرنے کیلئے کھانا فراہم کرے اور علاج معالجہ کی سہولیات بہم پہنچائے مسلمان دعوتی مشن کے سلسلہ میں رفاحی کاموں میں بھی بہت پیچھے ہیں کہ جس کا اندازہ آج سے چند سال قبل اخبارات میں شائع ہونے والے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ لاہور کے گنگارام ہسپتال میں ایک نومسلم عورت زچگی کے کیس میں مبتلا تھی کہ جس نے غربت کے باوجود بھی دین حق کو قبول کرلیا تھا لیکن ہسپتال کے ڈاکٹر حضرات جو قوم کے مسیحا کہلواتے ہیں نے پیشگی چند ہزار رقم کا مطالبہ کیا جب یہ عورت ادا نہ کرسکی تو اسے اسی حالت میں باہر نکال دیا گیا اور وہ اسی کشمکش میں زندگی کی بازی ہار گئی اور مرتے وقت اس نے یہ الفاظ کہے جو تمام مسلمانوں کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہیں'' کاش کہ میں عیسائی ہی رہتی'اسلام کو قبول نہ کرتی تو آج بلا علاج نہ مرتی''

قوم کے صاحب ثروت اور مخیر حضرات کا فریضہ ہے کہ جہاں وہ مساجد و مدارس کی تعمیر کیلئے اور جہاد کے میدان میں خرچ کرتے ہیں' وہاں دعوتی عمل کی کامیابی کیلئے بھی اپنے وسائل کا ایک حصہ مقرر فرمائیں تاکہ صحیح دین پر چلنا اور اس کی دعوت دینا آسان ہو جائے۔ جبکہ آج اجتماعی طور پر مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ مسجدوں کی تعمیر اور نقش ونگار پر تو لاکھوں اور کروڑوں روپیہ صرف کر ڈالتے اور ضرورت سے بڑھ کر بعض دفعہ اسراف تک پہنچ جاتے ہیں' بلکہ مسجدیں بنانے میں مباہاۃ کا شکار بھی ہوتے ہیں' لیکن دینی دعوت کو پھیلانے کیلئے صرف برائے نام ہی خرچ کرتے ہیں۔ علماء اور دعاۃ کی کما حقہ کفالت کا بدوبست نہیں کرتے' جس سے ہماری دعوت آگے بڑھنے کی بجائے رک جاتی ہے یا صرف مسجد کی دیواروں تک محدود ہو جاتی ہے۔

عمل کی تاثیر

دعوت دین کے ضمن میں ایک قابل توجہ پہلو یہ بھی ہے کہ آج منبر ومحراب اور تقریر وخطاب سے بڑھ کر اسلام کی سچی تبلیغ اور تصویر کو زندگی کی عملی کتاب کی صورت میں پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اسلام ایک ایسا دین ہے کہ جس کی ابتدا غربت واجنبیت سے ہوئی تھی لیکن نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کے عملی نمونہ نے اس کو ہر دل عزیز اور محبوب دین بنا دیا تھا یہاں تک کہ کافر بھی ان کی عملی زندگی کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو جایا کرتے تھے۔

نبی اسرائیل کے اس غلام نے جس کے سامنے راہب اور وزیر کو آرے سے چیر دیا گیا لیکن اس نے ایسے عملی ثبات کا مظاہرہ کیا کہ اس کی خاموش تبلیغ اس قدر تیر بہدف ثابت ہوئی کہ ایک طرف بادشاہ نے ''بسم اللہ رب الغلام'' کے نام سے تیر پھینک کر اس کا کام تمام کر دیا تو دوسری طرف عوام میں اس کی عملی اور خاموش تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ وہ بیک زبان ''آمنا برب الغلام'' کا نعرہ لگا کر تمام طاغوتی بندھنوں سے آزاد ہو کر جنت عدن کی راہ پا گئے۔ (دیکھئے صحیح مسلم' کتاب الزھد ۳۰۰۵)

اب اسلام دوبارہ اپنے غربت کے دور میں ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ علم اور اخلاق جو کتابوں کے خزینوں میں دفن ہے' جو اسوہ حسنہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی صورت میں آج لوگوں کے سامنے نہیں بلکہ سب کچھ علم کے دفاتر میں ہے اسے لوگوں کے سامنے صحیح اسلامی صورت میں اپنے عمل کی روشنی میں ثابت کیا جائے کیونکہ جو عالم خود ہی اندھیرے میں ہو اس کا علم اور وعظ کسی کو روشنی کی کرن نہیں دکھلا سکتا۔ یہ عملی تبلیغ کا جوہر تو وہ ہے کہ جسے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ضروری سمجھا گیا صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ ﷺ نے لوگوں کو قربانی کا حکم دیا تو کسی صحابی نے بھی اس حکم کی تکمیل نہ کی حتی کہ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کرنے کا عملی نمونہ پیش کیا تو سب لوگوں پر اس کو فوری اثر ہو گیا۔

واعظ بے عمل کی مثال تو اس اندھے مشعل بردار کی ہے جس کے چراغ کی روشنی سے دوسرے تو رستہ پا جاتے ہیں لیکن وہ خود بھٹکتا ہی رہتا ہے' عمل ایک موثر طاقت ہے جو دل پر اثر انداز ہوتی ہے ایک باعمل عالم جب کسی معروف کا حکم دیتا ہے یا برائی سے روکتا ہے تو دل جلد متاثر ہوتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے اس کی عملی طاقت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بھی" وانھا لکبیرۃ الا علی الخشعین " سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مردہ دلوں اور کام چوروں کے لئے تو نماز واقعی ایک بار گراں ہے لیکن زندہ دلوں اور عمل کے غازیوں کیلئے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے۔

ایک بے عمل عالم خواہ کتنے ہی دل نشین طرز خطاب سے اور دل آویز اور مسحور کن انداز میں'' حقائق ومعارف'' اور ''غرائب ونوادر'' کا دریا بہادے لیکن اس کی بے عملی تمام اثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ مولانا مختار احمد ندوی نے ایک نو مسلم سکالر مسٹر سینڈرے کا ایک سبق آموز واقعہ لکھا ہے کہ جسکا اسلامی نام عبد اللہ ہے۔ انہوں نے عرصہ دراز تک مذاہب عالم کا مطالعہ کیا اور بالآخر تحقیق وتفتیش کے بعد اسلام کی حقانیت کے قائل ہو کر مسلمان ہو گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک دن مجھ سے کہا کہ حیرت ہوتی ہے کہ اسلام اتنا سائنٹیفک اور مدلل مذہب ہوتے ہوئے بھی اپنے پیرؤوں میں اجنبی کیوں ہے اگر مسلمانوں کا چوتھائی حصہ اس کی تعلیمات کو عملاً پیش کرنے لگے تو عیسائیوں کی تمام مشنری فیل ہو جائے لیکن افسوس یہود ونصاری کی طرح علماء اسلام بھی خدا اور بندہ کے درمیان واسطہ بن گئے اس طرح اسلام کی ترقی رک گئی۔

غور فرمایئے! یہ اس نو مسلم کے تاثرات ہیں جس کا قلب اسلام کی حقانیت سے معمور ہے لیکن چونکہ اس کے سامنے کوئی عملی نمونہ نہیں اس لئے وہ متحیر ہے۔

ایک عالم کے عمل کی چونکہ سب لوگ اقتداء کرتے ہیں اس لئے اسے بلند معیار عمل پر فائز ہونا ضروری ہے وگرنہ اس کی تبلیغ کا نہ تو دنیا میں کچھ فائدہ ہوگا اور آخرت میں یہی علم اور وعظ وتبلیغ اس کے لئے زیادتی عذاب کا باعث بن جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ'' قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینکا جائے گا تو اس کی انتڑیاں بہت لمبی ہو جائیں گی اور وہ ان کے گرد اس طرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اور جہنم والے اس کے گرد گھومیں گے اور کہیں گے اے فلاں تجھے کیا ہوا؟ کیا تو نیکی کا حکم نہیں دیا کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکا کرتا تھا؟ تو وہ جواب دے گا کہ میں تم کو تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہ کرتا تھا' تمہیں برائی سے روکتا تھا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تھا (متفق علیہ' صحیح بخاری کتاب بدء الخلق ۳۲۶۷' صحیح مسلم کتاب الزھد ۲۹۸۹)

'' جن لوگوں (کے سر) پر تورات لدوائی گئی' پھر انہوں نے اس (کے بار تعمیل) کو نہ اٹھایا' ان کی مثال گدھے کی سی ہے' جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوئی ہوں' جو لوگ اللہ تعالی کی ان آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں' ان کی مثال بری ہے اور اللہ تعالی ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

عالم بے عمل کی مثال قرآن پاک میں بھی اللہ تعالی نے گدھے کے ساتھ بیان کی ہے۔

مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل أسفارا بئس مثل القوم الذين كذبوا بايتنا والله لا يهدى القوم الظلمين (الجمعۃ: ۵)

یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف وعظ وتبلیغ سے بڑھ کر اپنی سیرت وکردار پر توجہ دیتے تھے اور ان کا عملی نمونہ اس قدر مثالی ہوتا تھا کہ ایک ہی وعظ میں ان کے دل سے نکلنے والی سچی آہ پر ہزاروں لوگ لبیک کہتے تھے چند لمحات میں ہی شہروں کے شہر اور گاؤں کے گاؤں اس سچی صدا کو مان کر راہ حق کو اختیار کر لیتے تھے سچ کہا جاتا ہے کہ عالم اور واعظ اگر دو آنکھوں کے ساتھ عوام کو دیکھتا ہے تو لوگوں کی ہزاروں آنکھیں اس کے بلند بانگ دعووں اور لچھے دار تقریروں کے سننے سے قبل اس کے عمل کو دیکھتی ہیں۔ مامون رشید نے بالکل صحیح کہا تھا:

''نحن الى ان نوعظ بالاعمال احوج منا ان نوعظ بالاقوال''

''ہمیں زبانی وعظ سے زیادہ عملی وعظ کی ضرورت ہے''

مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ عالم جب باعمل نہ ہو تو اس کی وعظ ونصیحت دلوں سے اس طرح نکل جاتی ہے جیسے بارش کا قطرہ صاف چٹان سے بہہ جاتا ہے۔

آخر میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ لمبے چوڑے خطبوں اور تقریروں کا نام ہی دعوت دین نہیں بلکہ دعوت کی حقیقی روح یہ ہے کہ انسان کا مزاج دعوتی بن جائے وہ اپنے گھر اور محلہ سے اس دعوت کی ابتدا کر دے اپنے دوستوں اور اقرباء تک یہ دین پہنچا دے جن کا حق سب سے مقدم ہے انسان جس ماحول میں بھی رہتا ہو وہاں وہ بقدر ضرورت اور مصلحت دعوت دین کا کام جاری رکھے اگر چہ یہ ایک معمولی مسئلہ ہی سکھانے کے متعلق کیوں نہ ہو بلکہ یہ تو علماء ربانیین کی صفت ہے کہ وہ لوگوں کو سب سے پہلے چھوٹے اور عمومی طور پر پیش آنے والے مسائل کی تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالی ہم سب کو اپنے دین حنیف اور صراط مستقیم کا سچا داعی بنا دے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆